پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

گھوٹکی میں مذہب کی جبری تبدیلی؟

ایک تحقیقاتی رپورٹ

گھوٹکی میں مذہب کی جبری تبدیلی؟

ایک تحقیقاتی رپورٹ

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

© 2019 پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

تمام جملہ حقوق محفوظ ہیں۔ اس رپورٹ کا کوئی بھی حصہ ماخذ کا باقاعدہ حوالہ دیتے ہوئے دوبارہ شائع کیا جا سکتا ہے۔

پہلی اشاعت جون 2019

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ صرف درست حقائق پر مبنی معلومات ہی اس رپورٹ کا حصہ بن سکیں تاہم کمیشن کسی قسم کی نادانستہ بھول چوک کا ذمہ دار نہیں ہو گا۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

ایوانِ جمہور

107 ٹیپو بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن

لاہور 54600

ٹیلی فون : 9969 3586 ,4994 3586 ,8341 3583 42 92+

فیکس : 3582 3588 42 92+

ای میل : hrcp@hrcp-web.org

ویب سائٹ : www.hrcp-web.org

یہ رپورٹ یورپی یونین کی مالی معاونت سے شائع ہوئی ہے۔ رپورٹ کے مواد کی ذمہ داری مکمل طور پر پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق پر عائد ہوتی ہے اور ضروری نہیں کہ یہ رپورٹ یورپی یونین کے خیالات کی ترجمانی کرتی ہو۔

یورپی یونین

گھوٹکی میں مذہب کی جبری تبدیلی؟

تحقیقاتی ٹیم کے اراکین

محترمہ منیٰ بیگ، ڈائریکٹر، ایچ آر سی پی

محترم اسد اقبال بٹ، ایچ آر سی پی نائب چیئر، سندھ

:

محترم مہیش کمار، مدیر روزنامہ سندھ، حیدرآباد

محترم خوشحال خٹک، ایچ آر سی پی ، اسلام آباد

محترم رحیم بخش جعفری، معروف سماجی و سیاسی کارکن، شکار پور

ڈاکٹر محمد خان ببر، سرجن، گمبٹ انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز، اور سماجی کارکن، خیرپور

ڈاکٹر امداد چانڈیو، ایچ آر سی پی صوبائی کوآرڈینیٹر، سندھ

محترم اللہ ورائیو، سینیئر صحافی، گھوٹکی، ایچ آر سی پی کارکن، (مقامی رابطہ کار و سہولت کار)

فیکٹ فائنڈنگ ٹیم نے 2 سے 3 مئی 2019 کو گھوٹکی کا دورہ کیا۔ دورے کا مقصد ہندو لڑکیوں بالخصوص ڈہرکی شہر ضلع گھوٹکی میں رینا اور روینہ کے مذہب کی جبری تبدیلی کی شکایات کی چھان بین کرنا اور مقامی ہندو برادری میں بڑھتے ہوئے عدم تحفظ اور ان کے خدشات کو سمجھنا تھا۔

رینا اور روینہ کا واقعہ

20 مارچ 2019 کو ضلع گھوٹکی کے شہر ڈہرکی سے دو بہنیں رینا میگھواڑ اور روینہ میگھواڑ لاپتہ ہو گئیں۔ مقامی ہسپتالوں میں تلاش کرنے کے بعد، دونوں بہنوں کے اہل خانہ اور میگھوار برادری نے ایف آئی آر کے اندراج کے لیے مقامی تھانے سے رجوع کیا۔ مقامی افراد کے مطابق جب ایف آئی آر درج ہوتی نظر نہ آئی تو خاندان والوں اور برادری نے اگلے روز احتجاج کیا جس کے بعد ایف آئی آر درج کی گئی۔

جس روز ایف آئی آر درج ہوئی ، سماجی رابطوں کی ویب سائٹس پر دونوں بہنوں کی ایک ویڈیو وائرل ہوئی، ویڈیو میں دونوں بہنوں کو اسلام قبول کرتے اور دو مقامی مردوں سے شادی کرنے کا دعویٰ کرتے دکھایا گیا۔ یہ انکشاف بھی ہوا کہ دونوں بہنوں کو رحیم یارخان لے جایا گیا ہے اور ان کی شادی صفدر علی اور برکت علی ملک سے کی جا چکی ہے، یہ دونوں مرد پہلے سے ہی شادی شدہ اور بال بچے دار تھے۔ شادی 22 مارچ 2019 کو سنی تحریک نامی مذہبی جماعت کے مقامی دفتر میں ہوئی۔ دونوں بہنوں نے مبینہ طور پر ضلع گھوٹکی میں قائم بھرچونڈی مدرسے میں اسلام قبول کیا تھا۔

لڑکیوں کے اہل خانہ کا دعویٰ ہے کہ دونوں نابالغ (18 سال سے کم عمر) ہیں، جبکہ بہنوں کا کہنا ہے کہ وہ اٹھارہ سال سے زائد

عمر کی ہیں۔ دونوں بہنوں نے 25 مارچ 2019 کو اسلام آباد ہائی کورٹ میں اپنے خاندان والوں سے تحفظ کی درخواست دائر کی۔ عدالت نے حکومت کو معاملے کے حل تک دونوں بہنوں کو تحفظ فراہم کرنے کا حکم دیا۔

واقعے کے حقائق کی چھان بین کے لیے عدالت نے 2 اپریل کوایک کمیشن قائم کیا۔ کمیشن میں وفاقی وزیر برائے انسانی حقوق ڈاکٹر شیریں مزاری، ایچ آر سی پی کے چیئرپرسن ڈاکٹر مہدی حسن، ایچ آر سی پی کے اعزازی ترجمان آئی اے رحمٰن، قومی کمیشن برائے حقوقِ نسواں کی چیئرپرسن محترمہ خاور ممتاز اورمذہبی دانشور مفتی تقی عثمانی شامل تھے۔ عدالت طبّی رپورٹ کی بنیاد پراس نتیجے پر پہنچی کہ اپنی عمر کے لحاظ سے لڑکیاں شادی کرنے کی اہل ہیں اوران سے زبردستی اسلام قبول نہیں کروایا گیا۔ انہیں اپنے شوہروں کے ساتھ رہنے کی اجازت دے دی گئی۔ لڑکیوں کے اہلِ خانہ نے عدالتی فیصلے پر تحفظات کا اظہار کیا اوران اقدامات پرمایوسی ظاہرکی۔ کمیشن نے 14 مئی کو عدالت میں اپنی رپورٹ پیش کی۔ بعدازاں، محترم آئی اے رحمٰن اور محترمہ خاور ممتاز نے عدالت میں اپنی ضمنی آراء پیش کیں۔ دونوں لڑکیوں نےعدالت سے کہا کہ مذہب کی جبری تبدیلی کے دعووں کے بعد پولیس انہیں ہراساں کررہی ہے جس سے انہیں تحفظ فراہم کیا جائے ۔ ان کی اس استدعا پرعدالت نے اپنا فیصلہ محفوظ کرلیا تھا۔

فریقین کے ساتھ ملاقات

گھوٹکی شہر، 2 مئی 2019

ا2 مئی 2019، کو ایچ آر سی پی کی ٹیم نے میونسپل کمیٹی گھوٹکی کے میٹنگ ہال میں متعلقہ شہریوں کے ایک مشترکہ اجلاس میں شرکت کی۔ اجلاس کا مقصد پاکستان میں اقلیتی شہریوں کے مسائل، اغوا کے واقعات اور ہندو/شیڈول ذاتوں سے تعلق رکھنے والی لڑکیوں کے مذہب کی جبری تبدیلی اور بعدازاں مسلم مردوں سے ان کی شادیوں پرتبادلہ خیال کرنا تھا۔

اجلاس کے شرکاء میں مذہبی اقلیتوں کے نمائندے، وکلاء اساتذہ، سول سوسائٹی کے اراکین، ہندوپنچایت گھوٹکی، ہندو میگھواڑ پنچایت، ہندو پنچایت ڈہرکی، پاکستان میگھواڑ کونسل ،گھوٹکی شہری ایکشن کمیٹی ، سندھ گریجویٹس ایسوسی ایشن، روشنی ترقیاتی تنظیم، سندھی ادبی سنگت اوردیگر ممتاز شخصیات شامل تھیں ۔

عام شہریوں ، گھوٹکی، ڈہرکی اور میگھوار برادری کی ہندو پنچایتوں کے رہنماؤں نے ایچ آر سی پی کے گھوٹکی دورے کو خوش آئند قرار دیا۔انہیں یقین تھا کہ یہ دورہ اقلیتوں کو مخصوص طاقتور گروہوں اور افراد کے ظلم وستم سے تحفظ فراہم کرنے کا باعث بنے گا۔ تاہم اس حوالے سے شکوک شبہات بھی موجود تھے کہ ایچ آر سی پی یا کسی بھی اور وفد کی آمد سے اس صورت حال میں بہتری کیسے آئے گی۔ ہندو برادری کی اکثریت نے شکایت کی کہ انہیں 'طاقتور' اور 'بااثر' افراد مختلف طرح کے امتیازی سلوک کا نشانہ بنارہے ہیں۔

تاہم ایک رہنماء کا کہنا تھا کہ وہ تقسیم سے آج تک گھوٹکی میں امن اور ہم آہنگی سے رہتے آئے ہیں، اور ان کے خیال میں مقامی مسلم اکثریت کے ساتھ ان کے تعلقات خوش گوار ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ گھوٹکی میں مذہب کی جبری تبدیلی کے کبھی کوئی واقعات پیش نہیں آئے، تاہم رضامندی سے مذہب تبدیل کرنے کے واقعات ضرور پیش آتے رہے ہیں جو ایک علیحدہ مسئلہ ہیں۔ مذہب کی جبری تبدیلی کے زیادہ تر واقعات ڈہرکی اور میرپور ماتھیلو میں پیش آئے ہیں۔ انہوں نے تسلیم کیا کہ جب گھوٹکی میں ڈکیتی کی وارداتیں عروج پر تھیں تو ہزاروں ہندو یہاں سے ہندوستان ہجرت کر گئے۔ انہوں نے ہندواملاک پر

قبضے کے واقعات کا بھی اعتراف کیا۔

ہندو پنچایت کے ایک اور رہنما نے شکایت کی کہ مذہب کی جبری تبدیلی کا واقعہ پیش آنے کے بعد مذہبی یا سیاسی وجوہ پر ہندو برادری کو کہیں سے کوئی حمایت نہیں ملی۔ ان کا کہنا تھا کہ موبائل کے بڑھتے ہوئے استعمال کی وجہ سے ان بچیوں کو غلطیاں کرنے پر سزاؤں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان کے مطابق ان بچیوں کو کئی روز قید رکھا جاتا ہےاور مذہب تبدیل کرنے کی شہادت دینے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ اغواکار دوران قید ان بچیوں کو ریپ اور تشدد کا نشانہ بناتے ہیں۔ بعض شرکاء نے بھی اس دعوے کی تائید کی۔ انہوں نے عدالتوں بشمول سپریم کورٹ کے ہندو برادری کی طرف غیر ہمدردانہ رویے پر افسوس کا اظہار کیا۔

مذہب کی تبدیلی کے واقعات میں 'جبر کا عنصر' ضرور شامل ہوتا ہے" ۔ ایچ آر سی پی کے وفد کی گھوٹکی میں سول سوسائٹی" کے نمائندوں کے ساتھ ملاقات

بعض شرکا کا کہنا تھا کہ ایک جانب آئین پاکستان تمام شہریوں کو مساوی حیثیت دیتا ہے، تو دوسری جانب غیر مسلموں کو حکومت اور ریاست کے سربراہ عہدوں کے لیے نااہل قرار دیتا ہے۔

گھوٹکی کے علاوہ دیگر علاقوں سے آئے اقلیتی نمائندوں نے ہندوؤں کی املاک پر بااثر افراد کی جانب سے قبضے اور مذہب کی تبدیلی کے واقعات میں 'جبر' کی شکایت کی۔ اس ضمن میں بعض شرکاء نے رنکل کماری کے واقعے کی مثال پیش کی۔ رنکل کماری کو مبینہ طور پر 2012 میں اغوا کیا گیا تھا اور مذہب کی جبری تبدیلی کے بعد اس کی شادی ایک مسلمان مرد سے کر دی گئی تھی۔ شرکاء کے مطابق ایک موقع پر رنکل کماری نے عدالت عظمیٰ میں اپنی ماں کے ساتھ جانے کی خواہش کا اظہار کیا تھا تاہم اس بات کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔ شرکاء کے مطابق اس کی ذہن سازی (brainwashing) کی گئی تھی۔

رینا اور روینہ کے بھائی شمن داس میگھوار بھی اس اجلاس میں موجود تھے۔ انہوں نے انکشاف کیا کہ جب ان کی بہنیں اغوا ہوئیں تو پولیس یا حکومت میں سے کسی نے بھی ان کے احتجاج پر ان سے رابطہ نہیں کیا، بلکہ ایس ایچ او نے تو ان سے ملاقات

کی زحمت تک نہیں کی۔ انہوں نے بتایا کہ ضلعی پولیس کے سربراہ ایس ایس پی واقعے کے تین روز بعد اس وقت آئے جب انہیں ایک وزیر کی طرف سے ہدایات موصول ہوئیں۔ انہوں نے شکایت کی کہ نادرا دفتر نے دس روز چکر کاٹنے کے باوجود ان کی بہن کا فارم ب (پیدائشی سرٹیفیکیٹ) جاری نہیں کیا۔ یہ فارم بالآخر گاؤں کے چیئرمین کی مداخلت پر جاری کیے گئے۔

انہوں نے دعویٰ کیا کہ ہندووں کو حکام کے ہاتھوں اس قسم کے امتیازی سلوک کا اکثر سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان کے اہل خانہ کو تب بھی کوئی مدد نہیں دی گئی جب وہ اسلام آباد گئے۔ سپریم کورٹ میں ان کی والدہ کو لڑکیوں سے ملاقات کے لیے صرف پانچ منٹ دیے گئے، والدہ کے مطابق ملاقات کے دوران دونوں مسلسل روتی رہیں' اور خوفزدہ دکھائی دیں۔

تاحال خاندان کے کسی اور فرد کو رینا یا روینہ سے رابطے کا کوئی موقع نہیں دیا گیا۔ انہوں نے سوال اٹھایا کہ مقدمے کی سماعت میں شریک ہونے کے لیے میاں مٹھو کیوں اور کس طرح اسلام آباد ہائی کورٹ پہنچ گئے۔ انہوں نے اس بات کا بھی انکشاف کیا کہ ڈہرکی میں مذہب کی جبری تبدیلی کے واقعات کا بڑے پیمانے پر جشن منایا جاتا ہے تاکہ ہندو برادری کو مزید خوفزدہ کیا جا سکے۔ ان کے مطابق ضلع گھوٹکی میں مذہب کی جبری تبدیلی کا شکار ہونے والی لڑکیوں میں سے کوئی بھی گھر واپس نہیں آ سکی۔

شمن داس نے نادرا حکام کی جانب سے ہندو برادری سے روا رکھے جانے والے عمومی امتیازی سلوک کی بھی نشاندہی کی۔ ب فارم کا حصول آسان نہیں اور صرف والدین کی موجودگی میں جاری کیے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں ب فارم حاصل کرنے کے لیے انہیں دو مسلمان گواہ پیش کرنا پڑتے ہیں۔

اقلیتی برادری کے مطابق میاں مٹھو، بھرچونڈی شریف سے اپنی وابستگی کا استعمال کرتے ہوئے علاقے میں ہندو لڑکیوں کے مذہب جبری تبدیل کرانے کے واقعات کی سرپرستی کر رہا ہے۔ ڈہرکی میں بااثر افراد کی سرپرستی کی وجہ سے گھوٹکی میں جبری تبدیلی مذہب کے واقعات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ عام تاثر یہ ہے کہ بھرچونڈی شریف کے برعکس، شاہ عبدالطیف بھٹائی، سچل سرمست اور قلندر لعل شہباز کے مزارات ایسے واقعات سے لاتعلق ہیں۔ ہندو لڑکوں کے قبول اسلام کے بعد انہیں اپنے ہندواہل خانہ کے پاس واپس جانے کی اجازت کو ایک مثال کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے، کہ کس طرح سے لڑکوں اور لڑکیوں کے معاملے میں مختلف طرز عمل اختیار کیا جاتا ہے۔

بعض شرکاء نے ایسے واقعات میں میاں مٹھو کی مرکزی حیثیت کی نفی کی۔ ان شرکاء نے ٹیم کو آگاہ کیا کہ مقامی لوگ مذہب تبدیل کرنے اور تحفظ حاصل کرنے کے لیے میاں مٹھو سے رابطہ کرتے ہیں۔

اس سوال کے جواب میں کہ مذہب تبدیل کرنے اور والدین کی مرضی کے برخلاف شادی کرنے والی لڑکیوں کے ساتھ بعد میں کوئی رابطہ کرنے کی کوشش کی گئی، ٹیم کو آگاہ کیا گیا کہ ایسی لڑکیوں میں سے 99 فیصد سے متعلق کوئی اطلاعات موجود نہیں۔ پنچایت اور ہندو برادری مزید ظلم و ستم کے خوف سے ان لڑکیوں کی خبرگیری سے ہچکچاتے ہیں۔ ہندو برادری اپنی عزت بچانے کی خاطر بھی خاموش رہتی ہے۔ میگھواڑ اور کوہلی برادریوں کے ساتھ پیش آنے والے واقعات اس لیے بھی سامنے آ جاتے ہیں کیوں کہ یہ ذاتیں مالی اعتبار سے زیادہ خوش حال ہیں، لیکن بھیل اور بھاگڑی ذاتوں سے تعلق رکھنے والی لڑکیوں

کی جبری تبدیلی کے واقعات عموماً نظروں سے اوجھل رہتے ہیں۔

بعض شرکاء نے ہندو لڑکیوں کو اپنی غلطی کا احساس ہو جانے پر اس کی تلافی کرنے کی اجازت نہ ملنے کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ ان لڑکیوں کو بد قسمتی سے اپنی غلطیوں کے نتائج بھگتنے پر مجبور کیا جاتا ہے ، ان پر دباؤ ڈالا جاتا ہے کہ وہ عدالت میں اسلام قبول کرنے اور اپنی نئی زندگی گزارنے کا اعتراف کریں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک بار ان لڑکیوں کے چلے جانے کے بعد یہ اپنی برادری میں کبھی واپس نہیں آ سکتیں۔

اس معاملے پر شدید احتجاج کا مطالبہ کیا گیا، تاکہ ہندو لڑکیاں اپنی برادری میں واپس آ سکیں ، بصورت دیگر جس کا کوئی امکان موجود نہیں۔ اگرچہ رینا اور وینہ کا معاملہ عالمی توجہ حاصل کر چکا تھا، مگر مقامی 'بااثر' حلقے اسے تسلیم کرنے سے انکاری تھے۔ 'بااثر' حلقوں کی مداخلت پر ہی مذہب کی 'جبری' تبدیلی کی روک تھام ممکن ہے۔

ٹیم کو آگاہ کیا گیا کہ ہندو برادریاں روایتی طور پر تنگ ذہن رہی ہیں اور شیڈول ذاتوں کے ساتھ مذہبی عقائد کی بنیاد پر روا رکھا جانے والا برتاؤ ان ذاتوں کے ساتھ امتیازی سلوک میں اضافے کا سبب بنا ہے۔ ایسی لڑکیوں کے متنازع ماضی کی وجہ سے یہ برادریاں بالعموم انہیں قبول کرنے یا ان کے ساتھ عزت سے پیش آنے کو تیار نہیں ہوتیں۔ یہ امر ان لڑکیوں کے لیے اپنی برادریوں میں پہلے جیسا مقام اور مرتبہ حاصل کرنے کی راہ میں بڑی روکاوٹ ہے۔

ٹیم کو بتایا گیا کہ رضامندی کے ساتھ مذہب کی تبدیلی قابل قبول ہے تاہم جبراً نہیں۔ ایک صحافی نے نشاندہی کی کہ مذہب کی جبری تبدیلی کے واقعات میں شہادتیں براہ راست ہائی کورٹ میں ریکارڈ کی جاتی ہیں۔ ایک اور قانونی بے ضابطگی یہ ہے کہ اگرچہ جبری تبدیلی کے واقعات ایک دوسرے سے مختلف نوعیت کے ہوتے ہیں لیکن حکام ایسے واقعات کو اکٹھا کر دیتے ہیں۔

مذہب کی جبری تبدیلی کی روک تھام صرف اس وقت ممکن ہوتی ہے جب بااثرافراد مداخلت کرتے ہیں" ۔ ایچ آر سی پی"
کے وفد کی گھوٹکی میں سول سوسائٹی کے نمائندوں کے ساتھ ملاقات

شرکاء کا دعویٰ تھا کہ مذہب کی تبدیلی کے 90 فیصد واقعات میں جبر کا عنصر موجود ہوتا ہے۔ اس مسئلے کا باعث بننے والے عوامل میں غربت سے چھٹکارا، محبت، بہتر سماجی مرتبے کا حصول اور جبر شامل ہیں، تاہم ان واقعات کو معمول خیال کیا جاتا ہے۔ ٹیم کو آگاہ کیا گیا کہ ایسے واقعات کا نشانہ بننے والی بہت سی لڑکیاں پہلے سے شادی شدہ ہوتی ہیں۔ ایک اور صحافی نے اس امر کی نشاندہی کی کہ جب لڑکیاں اسلام قبول کرتی ہیں تو جشن منایا جاتا ہے لیکن جب لڑکے اسلام قبول کریں تو انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ شرکاء کی ایک بڑی تعداد نے ایسے واقعات میں ریاست کے ملوث ہونے یا رضامندی کا بھی ذکر کیا۔

ٹیم نے مقامی ہندوؤں سے مذہب کی جبری تبدیلی کے واقعات میں وکلاء کے طرز عمل کے متعلق دریافت کیا۔ شرکاء کا کہنا تھا کہ زیادہ تر اچھے وکیل ایسے مقدمات لینے سے ہچکچاتے ہیں، صرف سیاسی پس منظر کے حامل وکلاء ایسے مقدمات کی پیروی کرتے ہیں۔ تاہم یہ معاملہ بھی صرف ایسے افراد کے لیے ہے جو وکلاء کے اخراجات برداشت کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں، ایک بڑی تعداد اسلام آباد میں عدالت عظمیٰ میں قانونی نمائندگی کا خرچ برداشت کرنے کی سکت نہیں رکھتی۔

میگھواڑ برادری کے ایسے واقعات سے زیادہ متاثر ہونے کی وجہ یہ بتائی گئی کہ میگھواڑ عموماً اپنی لڑکیوں کو تعلیم نہیں دلاتے۔ نہ تو ان کی پیدائش کا اندراج کرایا جاتا ہے اور نہ ہی انہیں پولیو کے قطرے پلائے جاتے ہیں، جس سے میڈیکل کارڈز پر ان کی عمر کا کوئی ریکارڈ بن سکے۔ بہت سے شرکاء نے ان علاقوں میں ہندو لڑکیوں کے تعلیم سے محروم رہنے کی ذمہ داری والدین پر عائد کی۔

ایک غیر سرکاری تنظیم کے کارکن کا کہنا تھا کہ نادرا تک متعلقہ معلومات پہنچانے کی ذمہ داری والدین یا ہندو پنچایت کے سربراہ پر عائد ہوتی ہے۔ اگر بچوں کو گھر پر موزوں ماحول ملتا تو شاید وہ معقول فیصلے کر سکتے ۔ تاہم اس ضمن میں ریاست کی ذمہ داری سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا۔ ریاست کو شہریوں کے لاعلم ہونے کی وجہ سے ان کے حقوق کے تحفظ سے اجتناب نہیں برتنا چاہیئے۔نادرا کے متعلقہ اہلکاروں کی دفاتر میں عدم موجودگی بھی مسئلے کا حصہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ ہندو برادری کو جان بوجھ کر پسماندہ رکھا جا رہا ہے۔

اس مسئلے کا زیادہ تر شکار ڈہرکی اور گھوٹکی کے اضلاع ہیں، جس کی وجہ ان علاقوں کا تجارتی پس منظر اور مدارس کی دسترس کا ہونا ہے۔ ان اضلاع میں (ان مدارس کو) قابل ذکر سیاسی اثرورسوخ بھی حاصل ہے۔ تھر کے کوئلے کے ذخائر اور چینی سرمایہ کاری کی وجہ سے تھرپارکر میں بھی مدارس کے اثرورسوخ میں اضافہ ہوا ہے۔ یہ مدارس غیر مسلم آبادی کو ہدف بناتے ہیں۔ ان علاقوں میں ریاست کے معاشی مفادات کی موجودگی کی وجہ سے انہیں سرکاری سرپرستی بھی حاصل ہے۔ ان علاقوں میں غیر مسلم تاجروں کے کاروبار کو بھی نقصان پہنچایا گیاہے۔

بحث کو آگے بڑھاتے ہوئے ، دیگر شرکاء نے بھی ہندو برادری سے روا رکھے جانے والے منظم امتیازی سلوک کی تصدیق کی۔ یہ امر ان کے متعدد انسانی حقوق کی خلاف ورزی کا باعث بنتا ہے ، جس کی تلافی کا کوئی چارہ دستیاب نہیں۔ گفتگو میں شریک ایک فرد نے ٹیم سے 1847 سے اب تک ہندوؤں کی آبادی میں بے تحاشا کمی پر سوچ بچار کرنے کا مطالبہ کیا۔ بعض شرکاء کے نزدیک ہندومت میں موجود ذات پات کا نظام ہندو برادری کے مسائل میں اضافے کا باعث بن رہا ہے۔

سفارشات

اِس ملاقات میں پیش کی گئی اہم سفارشات یہ تھیں

اس مسئلے کو بڑی حد تک حل کیا جا سکتا ہے اگر ریاست مذہب کی تبدیلی کا ایک طریق کار متعین کر دے۔ اس مقصد کے
لیے ایک خصوصی قانون بنایا جا سکتا ہے جس کے تحت مذہب کی تبدیلی مجسٹریٹ یا ڈپٹی کمشنر کی موجودگی میں ہونا قرار
2. پائے۔ متنازعہ مذہبی رہنماؤں یا مدارس کی جانب سے قبول اسلام کی سند جاری کرنے پر پابندی عائد کی جائے۔
3. دور دراز علاقوں کے باشندوں اور خانہ بدوشوں کے اندراج کے لیے نادرا وہاں اپنے موبائل یونٹ بھیجے۔
وزیر اعلیٰ سندھ مذہبی اقلیتوں کے مسائل سے آگاہی کے لیے ہندو برادری اور شیڈول ذاتوں کے اراکین سے ملاقات
4. کریں۔
مذہبی اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے شہریوں نے اقلیتی ایم این ایز اور ایم پی ایز کے کردار سے متعلق شدید تحفظات کا
اظہار کیا۔ شہریوں کے مطابق یہ (اراکین) عملاً اپنی برادریوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے کچھ بھی نہیں کرتے۔ اجلاس
میں شریک ایک فرد نے مذہبی اقلیتوں کے نمائندگان کے انتخاب کے لیے دو ووٹ ڈالنے کی اجازت کا مطالبہ کیا؛ الف)
5. عمومی نشستوں کے لیے اور ب) مخصوص نشستوں کے لیے۔
اقلیتوں میں پائی جانے والی بے چینی کے خاتمے اور ان کے بنیادی مسئلے یعنی نابالغ بچیوں کو جبراً اسلام قبول کرنے پر
مجبور کیے جانے کے حل کے لیے، ملک بھر میں شادی اور مذہب کی تبدیلی کے لیے کم سے کم عمر 18 برس مقرر کی
جائے اور اس پر سختی سے عملدرآمد کرایا جائے۔ مذہب کی جبری تبدیلی کے واقعات کی جانچ کا اختیار ڈپٹی کمشنروں کو
6. دیا جائے، جو اس سلسلے میں طبّی شواہد کی بنیاد پر فیصلہ کریں۔
تعلیمی اداروں اور ملازمتوں میں پانچ فیصد اقلیتی کوٹے پر عملدرآمد یقینی بنایا جائے۔ تعلیم کے شعبے میں مخصوص نشستیں
7. اقلیتی افراد کو میرٹ کی بنیاد پر نہیں دی جاتیں، یہی وجہ ہے کہ یہ اپنا مقصد موثر انداز میں پورا نہیں کر پاتیں۔
ایسی لڑکیاں جنہیں اپنی غلطی کا احساس ہو جائے ، ان کے لیے محفوظ پناہ گاہیں تعمیر کی جائیں، تاکہ وہ اپنی برادری کے
8. پاس واپس جا سکیں۔
بین المذاہب ہم آہنگی یقینی بنانے کے لیے ملک بھر میں مختلف العقیدہ افراد کے لیے تقریبات منعقد کی جائیں۔ اسی طرح
9. ملک بھر میں موجود مذہبی پنچایتوں کو بھی مل بیٹھنا چاہیئے۔
ملک بھر میں مذہبی اقلیتوں کو درپیش مسائل سے نمٹنے کے لیے ایک آزاد کمیشن قائم کیا جائے۔

ضلعی انتظامیہ، گھوٹکی کے ساتھ ملاقات

میر پور ماتھیلو، 3 مئی 2019

3 مئی 2019 کو ایچ آر سی پی کے وفد نے گھوٹکی کی ضلعی انتظامیہ کے ساتھ تفصیلی ملاقات کی۔ یہ ملاقات ڈپٹی کمشنر گھوٹکی کے دفتر میں قائم ضلعی ہیڈ کوارٹر میر پور ماتھیلو میں ہوئی۔

ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر میر رضوان نذیر، مختیارکار/تحصیل دار (ریونیو افسر) اشرف پتافی، اسسٹنٹ ریونیو افسر خلیل سومرو اور ایک زیر تربیت اہلکار نے انتظامیہ کا موقف بیان کیا۔

رینا اور روینہ کا واقعہ زیر بحث آیا۔ انتظامیہ کے مطابق اہل خانہ کے موقف کے برعکس، دونوں لڑکیاں اپنی مرضی سے گئی ہیں۔ انتظامیہ کے مطابق جن دو مسلمان مردوں کے ساتھ ان کی شادی ہوئی ہے ان کا رینا اور روینہ کے گھر کافی آنا جانا تھا ، دونوں خاندانوں کے دیہاتوں میں ایک ڈیڑھ کلومیٹر کا فاصلہ ہے۔ انتظامیہ کا کہنا تھا کہ گھروالوں کے لیے لڑکیوں کا مذہب تبدیل کرنا ناقابل قبول عمل ہے، اس لیے وہ اسے جبری تبدیلی مذہب کا واقعہ قرار دے رہے ہیں۔ اس واقعے کے پیچھے بنیادی محرک محبت ہے نا کہ اسلام سے وابستگی۔ ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ پی پی پی کے بعض صوبائی اراکین اسمبلی ہندووں کی حمایت کر رہے ہیں، لیکن مجموعی طور پر صوبائی حکومت نے اس مسئلے کے حل کے لیے کوئی خاطرخواہ اقدامات نہیں کیے، اور اراکین اسمبلی زیادہ تر اس معاملے سے لاتعلق ہی رہے ہیں۔

علاوہ ازیں، بھرچونڈی شریف کی درگاہ کا اس تمام واقعے سے کوئی تعلق نہیں۔ ان کے مطابق درگاہ صرف انہی کو تحفظ فراہم کرتی ہے جو وہاں جا کر تحفظ کی درخواست کرتے ہیں، اپنے تئیں درگاہ کسی معاملے میں شریک نہیں ہوتی۔ انتظامیہ نے اعتراف کیا کہ میاں مٹھو اپنی تشہیر کر رہے ہیں۔

انتظامیہ کے مطابق، لڑکیوں کو ان کی وراثت سے محروم کرنے کے لیے ان کی پیدائش کا اندراج مؤخر یا موقوف کیا جاتا ہے(اور یہ چلن صرف ہندو برادری سے مخصوص نہیں)۔ انہوں نے سندھ میں دوسری شادی کے عام ہونے کا بھی دعویٰ کیا۔

انتظامیہ کے مطابق چونکہ لڑکیاں اپنی برادری کے رسم و رواج کے برخلاف مذہب تبدیل کر کے شادی کرتی ہیں، اس لیے وہ اپنے خاندان والوں سے بعد میں رابطہ نہیں کرتیں۔ افسران کا کہنا تھا کہ شادی کے بعد والدین اور لڑکیوں کی ملاقات نہ ہونے کی وجہ سے مذہب کی تبدیلی کے واقعات میں مسائل جنم لیتے ہیں، اگرچہ اسلام میں بچوں کے قبول اسلام کے بعد والدین سے ملاقات پر کوئی پابندی عائد نہیں۔

" مذہب کی مبینہ جبری تبدیلی کے واقعات کی صورتحال پر باقاعدہ نظر رکھنے کے لیے کوئی ادارہ موجود نہیں ہے" ۔
ایچ آر سی پی کے وفد کی ضلعی انتظامیہ گھوٹکی کے ساتھ ملاقات

انتظامیہ نے اس امر سے اتفاق کیا کہ جو لڑکیاں اپنے خاندان کے پاس واپس جانا چاہتی ہیں انہیں ریاست سے رابطہ کرنے کی سہولت حاصل ہونی چاہیئے اور ریاست کو انہیں مدد فراہم کرنی چاہیئے۔ انتظامیہ کے اہلکار پاکستان اور مسلمانوں کی ساکھ کے بارے میں فکر مند تھے، انہیں حیرت تھی کہ پاکستانی ہندو ایسے معاملات کیوں اچھالتے ہیں جن سے دنیا بھر میں پاکستان کی بدنامی ہوتی ہے۔

مقامی ہندووں سے متعلق ان کا کہنا تھا کہ عموماً انہیں ان کے مسلم کاروباری شراکت دار تحفظ فراہم کرتے ہیں۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ آیا مذہب کی جبری تبدیلی کے واقعات کے فالو اپ کا کوئی نظام موجود ہے تو انہوں نے بتایا کہ فی الحال ایسا کوئی ادارہ موجود نہیں۔ علاوہ ازیں جب ان سے جبری واقعات کی شکایت کرنے والوں کے ساتھ پولیس کے رویے کے بارے میں پوچھا گیا تو انتظامیہ کے اہلکاروں کا کہنا تھا کہ پولیس اپنا کام مستعدی سے کر رہی ہے۔

سفارشات

مذہب کی جبری تبدیلی کے واقعات کی روک تھام کے لیے انتظامیہ کی جانب سے درج ذیل سفارشات پیش کی گئیں:

1. مذہب کی جبری تبدیلی کی روک تھام کے لیے آگے بڑھنے کا سب سے اہم راستہ قانون سازی ہے۔ پارلیمان کو قانون سازی کرنی چاہیئے تاکہ عدلیہ اس معاملے میں زیادہ اہم کردار ادا کر سکے اور اس مسئلے کے حل کے لیے سرکاری ادارے قائم کیے جا سکیں۔
2. عدالتوں کو مذہب کی جبری تبدیلی کے واقعات میں متاثرین کی حفاظت اور ان کے مقدمات کی پیروی کے لیے زیادہ مؤثر کردار ادا کرنا چاہیئے۔

ایس ایس پی ضلع گھوٹکی سے ملاقات

میرپور ماتھیلو، 3 مئی 2019

انتظامیہ سے بات چیت کے بعد ٹیم نے ایس ایس پی گھوٹکی خرم لنجار کے ساتھ ملاقات کی۔ انہوں نے پولیس کا موقف پیش کیا۔ ٹیم کو آگاہ کیا گیا کہ ایس ایس پی لنجار چار ماہ قبل ہی یہاں تعینات ہوئے ہیں۔

ایس ایس پی نے رینا اور روینہ کے مبینہ اغوا کی ایف آئی آر کے اندراج میں کسی بھی قسم کی تاخیر کی تردید کی۔ انہوں نے واقعے کے ایک روز بعد ہی ایف آئی آر کے اندراج کا دعویٰ کیا۔ انہوں نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لڑکیاں اپنی مرضی سے مسلمان لڑکے منتخب کرتی ہیں۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ پولیس عموماً ایسے واقعات میں خفیہ شادی کے مرتکب افراد کو گرفتار کرتی ہے۔ انہوں نے اس تاثر سے اتفاق کیا کہ مذہب کی تبدیلی کے واقعات کی سرپرستی میں تشہیر اور سیاسی پوائنٹ اسکورنگ کا عنصر بھی موجود ہوتا ہے۔ نتیجتاً، مثال کے طور پر کوئی شخص ضلع خیر پور میں واقع چونڈکو سے اٹھ کر قبول اسلام کے لیے ڈہرکی جائے تو یہ کوئی عجیب بات نہیں ہوگی۔ ایس ایس پی نے یہ بھی واضح کیا کہ انہوں نے اسلام آباد سے مذہب تبدیل کرنے والی لڑکیوں کی ڈہرکی واپسی پر جشن منانے کی حوصلہ شکنی کی تھی۔

"ضلعی انتظامیہ کو مذہب کی جبری تبدیلی کا شکار ہونے والی ہندو لڑکیوں کے حالات کار کا تازہ ترین ریکارڈ مرتب کرنے کی ضرورت ہے" ۔ ایچ آر سی پی کے وفد کی ایس ایس پی گھوٹکی کے ساتھ ملاقات

انہوں نے اعتراف کیا کہ سماجی تانا بانا ایسا ہے کہ غریب اور شیڈول ذاتوں سے تعلق رکھنے والے ہندوؤں کو کم تر سمجھا جاتا ہے اور بدقسمتی سے پولیس انہیں نظر انداز کرتی ہے۔

ایس ایس پی کے بقول، اس مسئلے کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہندو لڑکیوں کو اپنی مرضی سے اپنا جیون ساتھی منتخب کرنے کا موقع نہیں دیا جاتا۔مذہب کی تبدیلی میں ذاتی محبت کا عنصر اسلام کی محبت سے کہیں بڑھ کر کارفرما ہے۔ ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ بھرچونڈی شریف کی درگاہ غالباً اپنے تئیں مذہب کی تبدیلی کے ان واقعات میں حصہ لے کر ایک نیکی کا کام کر رہی ہے، اور درگاہ کو غیر ضروری طور پر ان واقعات میں گھسیٹا جا رہا ہے۔ ان کے مطابق قبول اسلام کے بعد لوگ خود تحفظ کے لیے بھرچونڈی شریف کا رخ کرتے ہیں۔ اس علاقے میں قبول اسلام کے اس قدر واقعات کی وجہ سے بھی یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ دیگر علاقوں کی نسبت یہاں مذہب تبدیل کرنے والوں کے لیے زیادہ تحفظ ہے۔

رنکل کے واقعے پر بات کرتے ہوئے ایک اہلکار کا کہنا تھا کہ وہ اپنی رضامندی سے اپنے شوہر کے ساتھ گئی تھی۔ (نوٹ: یہ بیان ایچ آر سی پی کے وفد کو دیگر ملاقاتوں میں پیش کیے گئے موقف سے متضاد ہے۔)

سفارشات

ایس ایس پی گھوٹکی کی جانب سے پیش کی گئی سفارشات درج ذیل ہیں:

1. مذہب کی تبدیلی کسی باضابطہ طریق کار کے تحت ہونی چاہیئے اور اس کا اندراج یا رسمی اعلان کسی عدالت میں ہونا چاہیئے۔
2. مذہب کی تبدیلی کے لیے ریاست کو کم سے کم عمر کا تعین کرنا چاہیئے۔
3. اس صورتِ حال کو بہتر بنانے اور مسائل کو حل کرنے کے لیے ضلعی انتظامیہ کو زیادہ فعال کردار ادا کرنا چاہیئے۔ ضلعی انتظامیہ کو ایسے واقعات سے متاثر ہونے والی لڑکیوں کی صورت حال کا ریکارڈ رکھنا چاہیئے۔